Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:11-12 (1966)

# مسئلہ زکوٰۃ — چند سوالات

ڈاکٹر فضل الرحمٰن

گو میں نے اخبارات میں اس امر کی تردید کر دی ہے کہ میں نے زکوٰۃ کے متعلق کوئی بیان دیا ہے، لیکن اس کے باوجود بعض حلقوں میں اس بارے میں کافی غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں۔ اب جو یہ میں معروضات پیش کر رہا ہوں، تو ان میں زکوٰۃ کے متعلق اپنی طرف سے میں کوئی نظریہ پیش نہیں کر رہا بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اس بارے میں حضرات علماء کے سامنے چند نکات رکھے جائیں تاکہ وہ ان کے متعلق ملت کی رہنمائی کر سکیں۔

(۱) پاکستان کے عوام کا مطالبہ ہے اور خود ہمارا آئین بھی اس کا مقتضی ہے کہ زندگی کو اسلامی بنایا جائے۔ اس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ملک کا مالی نظام بھی اسلامی ہو۔ اب اگر ملک کے مالی نظام کو اسلامی نہیں بنایا جاتا تو ہمارے ہاں کا ایک بہت اہم شعبہ اسلامی دائرہ اختیار سے باہر رہتا ہے۔ ظاہر ہے پاکستان کے مالی نظام کو اسلامی بنانے کے لئے بھی قرآن مجید اور سنت نبوی سے مدد لینی ہوگی۔

(۲) کیا یہ واقعہ نہیں کہ نہ تو قرآن مجید نے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور ٹیکس لگایا (اگرچہ وقتی طور پر اور خاص کر جہاد کے مواقع پر عطیات لئے گئے ہیں)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی اسلامی ٹیکس صرف زکوٰۃ ہے۔ اور یہ کہ اگر کوئی نئے ٹیکس لگانے کی ضرورت پڑتی ہے تو انہیں زکوٰۃ ہی میں شامل کرنا ہوگا۔ اس امر کی تصدیق اس تاریخی واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑوں پر کوئی محصول عائد نہیں تھا (کیونکہ اس وقت گھوڑے بہت کم تھے)، لیکن جب خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں گھوڑوں کی کثرت ہوگئی تو انہوں نے گھوڑوں پر زکوٰۃ کی شکل میں محصول عائد کیا۔ اس واقعہ کے پیش نظر کیا یہ صحیح نہیں کہ

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی مد میں اپنے عہد کی ایک اہم چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں اس مد میں داخل نہیں کی تھی، شامل کرلی، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ہی واحد ٹیکس ہے جو ایک مسلمان مملکت کی طرف سے اسلامی لحاظ سے عائد کیا جا سکتا ہے۔

(۳) قرآن مجید نے زکوٰۃ کے جو مصارف بتائے ہیں[1]، اگر کوئی شخص ان کا ایمان داری سے اور ذہن میں کسی قسم کا کوئی تعصب رکھے بغیر مطالعہ کرے، تو وہ مسلمانوں کی ہر اجتماعی ضرورت کے کفیل ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر :

(۱) فقراء و مساکین یعنی غریب اور حاجت مند طبقے کی فلاح و بہبود کے لئے۔

(۲) عاملین علیہا یعنی ٹیکس وصول کرنے والوں (انتظامیہ) کی تنخواہیں۔

(۳) المولفۃ قلوبہم یعنی سیاسی اغراض کے لئے۔

(۴) الرقاب و الغارمین یعنی قیدیوں کو رہا کرانے اور قرضداروں کا قرض ادا کرنے کے لئے (اس میں قوم کی مالی حالت کو بہتر بنانا بھی آجاتا ہے)۔

(۵) و فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں۔ اس سے مفسرین نے جہاد و دفاع مراد لیا ہے، اور اسی میں تعلیم بھی شامل ہے۔

(۶) و ابن السبیل یعنی مسافروں کے لئے (اس میں مواصلات پر خرچ کرنا بھی آتا ہے۔

(۴) اب اگر کوئی شخص اس سے اتفاق نہیں کرتا، جو اوپر عرض کیا گیا ہے، تو پھر ہمیں بعض بڑے سنگین امور سے دوچار ہونا پڑے گا اور یہ امور محض سنگین ہی نہیں بلکہ فوری حل بھی چاہتے ہیں، اس لئے علمائے کرام کا فرض ہے کہ وہ ان کے بارے میں ملت کی رہنمائی کریں۔ اس کا پہلا نتیجہ یہ نکلے گا کہ صحیح معنوں میں ایک ہی جو اسلامی ٹیکس یعنی زکوٰۃ ہے، وہ مملکت کے نظم ونسق کو چلانے کے مصارف کا کفیل نہیں ہو سکے گا۔ اور اس طرح مملکت کا مالی نظام اسلامی نہیں بلکہ سیکولر ہوگا اور پاکستان

---

[1] انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ۔

کے عوام کا یہ مطالبہ کہ ملک میں اسلامی نظام قائم کیا جائے، نیز آئین میں جو اس کی صراحت کی گئی ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام رائج ہوگا، یہ دونوں چیزیں حاصل نہیں ہوں گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟

(۵) لیکن یہ مسئلہ صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتا، اگر ایک حکومت زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے سیکولر ٹیکس بھی لگاتی ہے تو وہ اپنے ٹیکس کے نظام میں دوئی یعنی دو قسم کی وفاداریاں پیدا کرتی ہے، جب سے کہ کتب فقہ مدون ہوئی ہیں، زکوٰۃ کو "معاملات" کے بجائے "عبادات" کے زمرے میں رکھا گیا ہے۔ لیکن اس ضمن میں یہ واضح نہیں ہوتا کہ فقہاء نے یہ جو "عبادات" اور "معاملات" کی الگ الگ تخصیص کی ہے، اس کی اصل کیا ہے۔ اس کا ذکر نہ تو قرآن مجید میں ہے، نہ سنت نبوی میں۔ اور بعض مشہور علماء نے عہد ماضی میں اس قسم کی تخصیص پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مسلمان کی ساری کی ساری زندگی، اگر وہ اسلامی مقاصد پر پوری اترتی ہے، عبادت شمار ہوگی۔ اور یہ کہ عبادت چند مذہبی رسوم کا نام نہیں ہے۔ (ایک زمانے میں خود مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بڑی مضبوطی سے اس رائے کے قائل تھے)

اب اگر زکوٰۃ بحیثیت ایک مخصوص عبادت کے اللہ کی طرف سے بندوں پر فرض ہے (اگرچہ اسے جمع کرنے کا حق مملکت کو حاصل ہے) تو اس صورت میں جب ایک مسلمان اس فرض سے عہدہ برآ ہو جائے گا تو قدرتی طور پر وہ یہ محسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ زکوٰۃ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فرض عائد ہوتا تھا، وہ اس نے پورا کر دیا۔ اس کے بعد دوسرے ٹیکسوں کے متعلق اس کا رویہ لازماً مختلف ہوگا اور اس صورت حال میں ایسا ہونا یقینی ہے۔

(۶) ان تمام شواہد اور ان سب مشکلات کے پیش نظر کیا یہ کہنا اسلامی اور صحیح نہ ہوگا کہ ایک ہی جامع ٹیکس جس کی کہ اسلام نے اجازت دی ہے، وہ زکوٰۃ ہے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے تو لوگ زکوٰۃ (ٹیکس) کو مذہبی جذبے کے تحت دیں گے اور بڑے پیمانے پر ٹیکس کو ناجائز ذرائع سے بچانے کی صورتیں کم ہو جائیں گی۔ اس بارے میں یہی حل قرآن مجید اور سنت نبوی بھی پیش کرتی ہے۔ اب یہ سوال کہ کس طرح تمام ٹیکسوں کو زکوٰۃ کے طور پر عائد کیا جائے، تو یہ ایک فقہی مسئلہ ہے۔ اس غرض کے لئے ٹیکس اور زکوٰۃ، اس کی شرائط اور شرح کے متعلق فقہی مطالعہ ہونا چاہیئے اور اس طرح آج کی ضروریات کو پورا کرنا چاہیئے۔

سردست ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ کے بارے میں بحث ونظر کا دروازہ نہ تو ہمارے عظیم

فقہائے متقدمین نے بند کیا تھا اور نہ اسے آج ہی بند سمجھا جا سکتا ہے۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قابل زکوٰۃ چیزوں میں گھوڑوں کو بھی شامل کر لیا تھا۔ اگرچہ بعد ازاں بعض دوسری اہم تجارتی چیزیں جیسے کہ کشتیاں ٹیکس سے مستثنیٰ رکھی گئیں، ایسے ہی آجکل صنعتی مشینوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی۔ مزید برآں بعض فقہاء کے نزدیک اگر ایک شخص کے پاس بیس مکان ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ مقروض بھی ہے، تو نہ صرف یہ کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا، بلکہ وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں بھی بہت اہم اختلاف ہے کہ ایک مملکت کن کن چیزوں پر زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے۔

فقہاء کا اس امر پر بھی اتفاق نہیں کہ کیا زکوٰۃ کو صرف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک شخص کو دی جائے یا اسے غیر شخصی مدّوں پر بھی صرف کیا جا سکتا ہے اور آخر میں یہ کہ مذاہب فقہ کے ہاں زکوٰۃ کے نصاب کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، یعنی مال کی وہ کون سی کم سے کم حد ہے، جس پر کہ زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ اور ان سے ملتے جلتے جو اور مسائل ہیں، اُن کو حل کرنا اور ان سے جو الجھنیں پیدا ہوتی ہیں، ان کو دُور کرنا ہوگا۔

اب اگر زندگی کے سب سے اہم شعبے میں قرآن مجید اور سنت نبوی کو نافذ کرنا ہے، تو پھر سوائے اس کے اور کیا چارہ ہے کہ زکوٰۃ کو ان خطوط پر عائد کیا جائے، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

یہاں یہ کہنا چنداں غیر ضروری ہوگا کہ اگر زکوٰۃ عائد کرنے میں ان خطوط کو پیش نظر رکھا گیا تو ہمارا مالی نظام اسلامی ہو جائے گا اور پھر اس سے خود ملک کے اندر سے ہمارے اقتصادی وسائل بہم ہو سکیں گے اور اس طرح ہمیں غیر ملکی امداد پر انحصار کرنے سے نجات پانے میں میں مدد ملے گی اور یقیناً زکوٰۃ کی یہ شکل دوسرے غیر اسلامی ٹیکسوں کو بھی ختم کر دے گی